تا ابد اُونچا رہے گا اُن کی عظمت کا نشاں

مولانا حمزہ احسانی
مدیر مجلّہ ''صفدر'' گجرات

دین و ملت کے بلا شک تھے حقیقی پاسباں
تا ابد اونچا رہے گا اُن کی عظمت کا نشاں

مؤرخہ ۱۸؍ربیع الاول ۱۴۳۴ھ بمطابق ۳۱؍جنوری ۲۰۱۳ء بروز جمعرات...... جامعۃ العلوم الاسلامیہ، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی کے ''دارالافتاء کے ذمہ دار، واستاذ الحدیث''...... جامعہ درویشیہ کراچی کے ''شیخ الحدیث''...... معہد الخلیل الاسلامی کے ''صدر مفتی''...... جامع مسجد الحمراء کے ''امام و خطیب''...... جامعہ حسینیہ شہداد پور، جامعہ عربیہ احیاء العلوم ظاہر پیر، مدرسہ عربیہ دین پور اور جامعہ اشرفیہ سکھر کے سابق مدرس...... حافظ الحدیث حضرت درخواستیؒ کے خانوادہ کے عظیم فرد...... قدیم روحانی سرزمین دین پور شریف کے ''سپوت''...... حضرت درخواستیؒ، حضرت بنوریؒ، مولانا محمد ادریس میرٹھیؒ، مولانا فضل محمد سواتیؒ، مفتی ولی حسن ٹونکیؒ، مولانا عبدالرشید نعمانیؒ، مولانا منظور احمد نعمانیؒ (ظاہر والی)، مولانا عبیداللہ درخواستیؒ اور مولانا منظور احمد نعمانی مدظلہم (ظاہر پیر) کے شاگردِ رشید...... ہزاروں علماء کے محبوب استاذ...... سینکڑوں مفتیان کرام کے مقتداء وراہ نما...... لاتعداد لوگوں کے مربی ومحسن...... فاضلِ دیوبند مولانا محمد عظیم رحمہ اللہ کے فرزندِ ارجمند...... محمد عمیر، مولانا محمد زبیر، مولانا محمد عزیر، اور محمد شعیب کے مشفق ومہربان والد...... شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی عبدالمجید دین پوری کو دن دیہاڑے ''عروس البلد'' (جو کہ آج کل ''خونی شہر'' بنا ہوا ہے) کراچی کی معروف ومشہور ''شاہراہِ فیصل'' پر تین بدبخت وشقی القلب قاتلوں نے ٹارگٹ کلنگ کرتے ہوئے گولیاں مار کر شہید کردیا۔ إنا للّٰہ وإنا إلیہ راجعون. إن للّٰہ ماأخذ ولہ ماأعطی وکل شئ عندہ بأجل مسمی ۔

حضرت مفتی شہید رحمہ اللہ جون ۱۹۵۱ء کو دین پور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مولانا عبیداللہ

درخواستی کے پاس حاصل کی۔ ۱۹۶۷ء میں درجہ سادسہ میں جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی میں داخلہ لیا اور ۷۴-۱۹۷۳ء میں تخصص کرکے سندِ فراغ حاصل کی۔ ۱۹۸۷ء تک شہداد پور، خان پور، ظاہر پیر، دین پور وغیرہ مختلف مقامات پر تدریس کرتے رہے۔ ۱۹۸۸ء میں جامعہ اشرفیہ سکھر چلے گئے اور ۹۶-۱۹۹۵ء میں بنوری ٹاؤن کے ''نائب رئیس دارالافتاء'' مقرر ہوئے۔ ۹۷-۱۹۹۶ء سے جامع مسجد الحمراء میں امامت وخطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ آخری چار پانچ سال جامعہ درویشیہ کے ''شیخ الحدیث'' اور دس سال معہد الخلیل الاسلامی کے ''صدر مفتی'' کے منصب پر فائز رہے۔ بالآخر جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے اکابر کے نقش قدم پر چلتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا۔ع

فردوس میں جا بیٹھا فردوس کا باشندہ

جامعہ بنوری ٹاؤن سے بندہ کی محبت وتعلق:

جب سے بندہ نے ہوش سنبھالا، جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن......حضرت بنوریؒ...... اور حضرت لدھیانویؒ کا نام کانوں میں پڑنے لگا۔ حضرت لدھیانوی شہید رحمہ اللہ کا نام تو اکثر ہی سننے کو ملتا تھا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ۲۰۰۰ء میں جب حضرت لدھیانوی شہید رحمہ اللہ کی شہادت کا المناک سانحہ پیش آیا تو اس وقت مَیں اپنی عمر کا تقریباً بارہواں برس عبور کررہا تھا۔ مجھے خبر ملی تو نہایت ہی رنج اور افسوس ہوا، کیونکہ حضرت کی محبت بچپنے ہی میں میرے دل وجان میں سرایت کرچکی تھی۔ حضرت کی شہادت سے اگلے جمعہ کے موقع پر میرے والد گرامی نے بہت ہی پُر جوش، غصیلا اور جذباتی بیان کیا تھا۔ وہ منظر میری آنکھوں کے سامنے ابھی بھی گردش کررہا ہے کہ جب لاؤڈ اسپیکر بار بار بند ہورہا تھا تو والد صاحب نے اپنی قمیص سے کالر مائیک اتار کر ایک جانب اچھال دیا اور بغیر سپیکر دھاڑنے لگے، بالکل ایسے جیسے بپھرا ہوا شیر گرجتا ہے۔ میرے رونگٹے کھڑے ہوچکے تھے اور میں مبہوت ہوکر والد صاحب کو دیکھے جارہا تھا۔ حضرتؒ کی شہادت سے مجھے اتنا صدمہ ہوا، اتنا صدمہ ہوا کہ بیان سے باہر ہے، آج تک وہ صدمہ برقرار ہے کہ میں حضرت لدھیانوی شہید رحمہ اللہ کا زمانہ پانے کے باوجود اُن کی زیارت کی سعادت سے محروم رہا۔

دو تین سال گزرے تو باغ آزاد کشمیر میں دادا جان امام اہل سنت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کے ہمراہ ''خدمات دیوبند کانفرنس'' میں شرکت کی سعادت ملی، وہاں امام المجاہدین مفتی نظام الدین شامزئی شہید رحمہ اللہ کی زیارت وملاقات کا موقع ملا، وہ مئی کا مہینہ تھا، تعلیمی سال چل رہا تھا، اور میں ابھی متوسطہ میں تھا، دوران سال ہی یہ سفر پیش آیا۔ اسی سال حضرت شامزئی شہید رحمہ اللہ کی شہادت کا دلخراش واقعہ پیش آ گیا۔

جب میں گکھڑ حضرت داداجان رحمہ اللہ کی خدمت میں تھا، وہاں حضرت مفتی محمد جمیل خان شہید رحمہ اللہ کی زیارت وملاقات کا موقع بارہا ملا۔ پھر باغ آزاد کشمیر ''خدمات دیوبند کانفرنس'' کے بعد ہم مفتی صاحب ہی کی تحریک اور اُن کے پروگرام پر داداجان رحمہ اللہ کے ہمراہ مری، ایبٹ آباد، پشاور، دیر، چترال، گلگت، سکردو، چلاس، بشام، بٹگرام، اچھڑیاں اور راولپنڈی تک کے سفر میں مفتی صاحب کے ساتھ رہے۔ اس طویل اور یادگار سفر میں بھی مفتی صاحب کو کافی قریب سے دیکھا۔ بدقسمتی سے حضرت شامزئی شہیدؒ کی شہادت کے فقط چار ماہ دس دن بعد حضرت مفتی جمیل خان صاحبؒ کی شہادت کا اندوہناک حادثہ پیش آگیا۔ اس وقت بندہ نے حضرت مفتی صاحبؒ پر ایک مضمون بھی لکھا تھا، جو کہیں شائع نہ ہوسکا۔

اِن حضرات کی شہادت، بنوری ٹاؤن کی تاریخ سے واقفیت اور فضلاء وابنائے جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے دینی، علمی، جہادی، سیاسی، ملی اور روحانی کارناموں کو دیکھ کر میرے دل میں جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کی محبت بڑھتی چلی گئی۔ میرا جی کہتا تھا کہ صحیح معنوں میں ''مرکزِ علم'' اور ''مرکزِ اسلام'' تو یہی مدرسہ ہے، جس کے فضلاء ہر دینی محاذ پر خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ تعلیم وتدریس، تبلیغ وجہاد، تصنیف وتالیف، افتاء وخطابت، سیاست وقیادت، دفاعِ ختمِ نبوت، دفاعِ صحابہ واہل بیت، دفاعِ فقہاء ومحدثین، مسلکِ دیوبند کی اشاعت وحفاظت، مشربِ اہلِ سنت کی پاسبانی وترجمانی...... غرضیکہ ہر میدان میں جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے فضلاء ہی آگے نظر آتے ہیں:

جرأت سے، شجاعت سے، محبت سے فراست سے
باطل کو کیا تُو نے ہر ڈھنگ سے شرمندہ

شہادت کا رتبہ بھی زیادہ تر اسی کے فرزندوں کو نصیب ہوا۔ جو کہ میرے خیال کے مطابق اس کی عند اللہ مقبولیت کی قوی اور وزنی دلیل ہے:

پاکیزہ فطرت یہ پاک لشکر
سوزِ یقیں سے سینے منوّر
تصویرِ ہمت، جرأت کا پیکر
فتح و ظفر ہے اس کا مقدر
اللہ اکبر اللہ اکبر

گکھڑ ہی میں داداجان رحمہ اللہ کے ہاں حضرت جلال پوری شہیدؒ سے بھی بندہ کا تعلق جڑا، جو بڑھتا رہا، داداجان کی وفات کے بعد مزید مضبوط ہوگیا۔ قسمت کی بدقسمتی، ۲۰۱۰ء میں حضرت جلال پوریؒ کو بھی شہید کردیا گیا۔ اسی طرح مولانا مفتی عتیق الرحمٰن شہید رحمہ اللہ بھی جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری

ٹاؤن کے ہی فاضل تھے۔ان سب سے قبل مولانا عبدالسمیعؒ اور ڈاکٹر حبیب اللہ مختار شہیدؒ اپنے پاکیزہ خون سے اس سلسلے کی داغ بیل ڈال چکے تھے۔آج بھی مَیں ''کاروانِ بنوری'' کے افراد کے چمکتے دمکتے نورانی اور بے خوف چہروں کو دیکھتا ہوں تو رشک آنے لگتا ہے۔کاش! کہ ہمیں اسی کاروان کی رفاقت نصیب ہو:

خدا رکھے مرے حرف وقلم کو کاروانِ حق سے وابستہ
تمہارا نقشِ پائے استقامت ہو مری منزل مرا رستہ

حضرت دین پوری شہیدؒ کا غائبانہ تعارف:

جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن سے تعلق تو ہے ہی، اسی نسبت سے جامعہ کا ترجمان ماہنامہ ''بینات'' بھی میرا پسندیدہ رسالہ ہے۔ بینات میں اکثر فتاویٰ جات دیکھتا تو لاشعوری طور پر ''الجواب صحیح ......عبدالمجید دین پوری'' بھی میرے ذہن میں نقش ہوگیا، حالانکہ میرے لئے فقط اتنا ہی کافی ہوتا ہے کہ یہ فتویٰ ''جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن'' سے جاری ہوا ہے، بس! اس سے زیادہ کی حاجت نہیں ہوتی۔ اگرچہ میں اس پر غور نہیں کرتا کہ کون فتویٰ دینے والا ہے اور کون تائید و تصدیق اور تصویب کرنے والا، لیکن چونکہ بینات میں شائع شدہ اکثر فتاویٰ جات شوق سے پڑھتا ہوں، اس لئے آخر میں لکھے ہوئے مفتیان کے نام بھی نظر سے گزرتے رہتے ہیں، انہی ناموں میں سے ایک نمایاں نام حضرت دین پوری شہید رحمہ اللہ کا تھا۔

ثالثہ والے سال بندہ اپنے والد گرامی کے مشورے پر ''دارالعلوم مدنیہ، بہاول پور'' میں داخل ہوا اور دورۂ حدیث شریف تک تعلیم وہیں حاصل کی۔اس دوران دارالعلوم مدنیہ میں حضرت دین پوری شہید رحمہ اللہ کے بھتیجوں سے تعارف ہوا، لیکن حضرت کے حوالہ سے نہیں، بلکہ حضرت درخواستی رحمہ اللہ کے حوالہ سے۔کافی عرصہ بعد ایک روز دوران گفتگو انہی کے ذریعہ معلوم ہوا کہ ''مفتی عبدالمجید دین پوری'' ان کے چاچو ہیں۔ مجھے خوشگوار حیرت کا جھٹکا لگا، اس کے بعد حضرت دین پوریؒ کی زیارت کا شوق دل میں پیدا ہوا۔

زیارت وملاقات:

چنانچہ دورۂ حدیث شریف سے فراغت کے فوراً بعد استاذ محترم شیخ التفسیر حضرت مولانا منظور احمد نعمانی دامت برکاتہم کی خدمت میں ''دورۂ تفسیر'' کے لئے کراچی حاضری دی، جاتے ہوئے ''خان پور'' سے ہوکر گیا۔حضرت دین پوری کے برادرِ مکرم، حضرت مولانا عبدالکریم صاحب مدظلہم نے کچھ سامان دیا کہ یہ حضرت مفتی صاحب کا ہے، اُن کے صاحب زادے ''سہراب گوٹھ'' اڈے سے وصول کرلیں گے۔ بندہ نے سامان وصول کرلیا، اور اس کو بے ادبی سمجھا کہ وہ حضرات سامان لینے

خود اڈے پر آئیں، میں نے سوچا کہ اُن کے گھر پہنچانے کی سعادت خود حاصل کروں، چنانچہ وہ سامان ان کے گھر پہنچایا۔ اس وقت حضرت مفتی شہید رحمہ اللہ، وفاق المدارس العربیہ کے سالانہ امتحان کے پرچوں کی چیکنگ کے لئے ملتان گئے ہوئے تھے، اس لئے زیارت وملاقات نہ ہوسکی۔

میں مسلسل رابطہ کرتا رہا، معلوم ہوا کہ فلاں دن حضرت ملتان سے واپس تشریف لائیں گے اور اس کے دو دن بعد عمرے کے لئے تشریف لے جائیں گے۔ ظاہر بات ہے تھکاوٹ بھی ہوگی، مصروفیت بھی، دیگر امور بھی، پتہ نہیں وقت مل سکے گا یا نہیں، لیکن دل مچل رہا تھا کہ ابھی ملاقات کروں، اگرچہ یہ تو ذہن میں نہیں تھا کہ حضرت اتنی جلدی چلے جائیں گے، لیکن نجانے کیوں دل چاہتا تھا اسی مرتبہ میں ملاقات کرلوں۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے حضرتؒ کے بھتیجے، مولانا عبدالکریم صاحب کے بیٹے اسامہ بھائی کو کہ وہ مسلسل رابطہ میں رہے، جیسے ہی حضرت کراچی پہنچے، مجھے بھی اطلاع کی اور حضرت کے صاحبزادے کو بھی میرے بارے میں بتایا۔ حضرت شہید رحمہ اللہ نے بھی حسب مزاج وعادت وقت عنایت فرمادیا اور آپؒ کے صاحبزادے کے ہمراہ آپ کے گھر حاضر ہوا۔ نہایت ہی شفقت ومحبت سے پیش آئے۔ نرم خوئی، محبت، الفت، شفقت اور سادگی وتواضع دیکھ کر میں حیران رہ گیا:

تمکنت ایسی وقار ایسا وجاہت ایسی
لاکھ درویش سہی لیکن کسی سلطان میں ہے؟

پھر اکابر سے محبت واُن کی نسبت کا احترام بھی آپؒ کی ادا ادا سے چھلک رہا تھا۔ اگرچہ آپؒ سے ملاقات تو فقط وہی ایک ہوسکی، لیکن اس کی یادوں کے انمنٹ نقوش تادم آخر لوح دل پر ثبت رہیں گے اور اُن کی یاد دلاتے رہیں گے:

میں اُن کے چہرے کی مسکراہٹ کو ایسے محسوس کر رہا ہوں
کہ جیسے کوثر پہ شام ہوتے کوئی دِیا جھلملا رہا ہے

فتنوں کے تعاقب اور تردید کے لئے فکرمندی:

دورانِ ملاقات جب بندہ نے اپنے والد گرامی محقق اہل سنت حضرت مولانا عبدالحق خان بشیر مدظلہم کا ایک کتابچہ ''امام اہل سنتؒ کا مسلک اعتدال......اور...... حافظ محمد عمار خان ناصر'' پیش کیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ آپؒ کے چہرے پر فکر کے گہرے اثرات نمودار ہونے لگے، پھر نہایت ہی فکرمندانہ لہجے میں فرمایا: ''جی! یہ (عمار خان ناصر) بھی بڑی آزمائش ہے۔'' مزید کیا ارشاد فرمایا؟ وہ اِس وقت صحیح یاد نہیں۔ خلاصہ یہی کہ آپ اس فتنے سے متعلق نہایت فکرمند تھے اور امت کو اس کا شکار ہونے سے بچانے کے لئے ہر قسم کی کوشش کے حامی تھے۔

’’شیخ الحدیث نمبر‘‘ کا مطالعہ:

بندہ کے محبوب استاذ، پیرطریقت، پاسبانِ مسلک دیو بند، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد حنیف صاحب رحمہ اللہ (شیخ الحدیث: دارالعلوم مدنیہ، بہاول پور) کی وفات کا دلسوز سانحہ پیش آیا تو مجلّہ ’’صفدر‘‘ کے مدیراعلیٰ مولانا جمیل الرحمٰن عباسی مدظلہم کی خواہش اورتحریک پر بندہ نے ’’شیخ الحدیث نمبر‘‘ مرتب کر کے شائع کیا، جو بحمد اللہ! قلیل وقت میں اپنی عقیدت کے اظہار کی بہترین صورت ثابت ہوا۔ بندہ نے ’’شیخ الحدیث نمبر‘‘ کا ایک نسخہ اسامہ بھائی کے والد اور حضرت دین پوری شہیدؒ کے برادرِ صغیرمولانا عبدالکریم صاحب مدظلہم کی خدمت میں بھجوایا۔ اسامہ بھائی نے حضرتؒ کی شہادت کے بعد مجھے بتایا کہ: آخری مرتبہ جب حضرت مفتی صاحب شہید رحمہ اللہ ہمارے گھر تشریف لائے تھے تو قلت وقت کے باوجود آپ کا ’’شیخ الحدیث نمبر‘‘ مکمل پڑھ کر گئے تھے۔ اس سے حضرت شہید رحمہ اللہ کی اکابر سے محبت اور اُن کے حالات سے آگاہی کے شوق وذوق کا اندازہ ہوتا ہے۔ میں نے اسامہ بھائی سے پوچھا کہ: حضرت شہید رحمہ اللہ نے اُس پر کوئی تبصرہ بھی فرمایا تھا؟ انہوں نے کہا یہ مجھے معلوم نہیں، کیوں کہ اُس کا مطالعہ عین اس وقت ختم کیا جب اُن کی کراچی روانگی کا وقت آ پہنچا، اس لئے اُس پر ان کا تبصرہ یارائے کا معلوم نہیں ہوسکا۔

شہادت کی اطلاع:

مؤرخہ ۱۸، ربیع الاول ۱۴۳۴ھ بمطابق ۳۱ رجنوری ۲۰۱۳ء بروز جمعرات ظہر کی نماز کے بعد بندہ بیٹھا کام کررہا تھا، اچانک موبائل پر نگاہ پڑی تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت شہید رحمہ اللہ کے بھتیجے حنظلہ بھائی ’’خان پور‘‘ والوں کا فون آرہا ہے، فون اٹھایا، حال احوال دریافت کیا اور اُن سے کہنے لگا کہ آپ خوش قسمت ہیں کہ میں آج موبائل کی گھنٹی کھولنا بھول گیا تھا، ابھی اتفاق سے نظر پڑی ہے تو آپ کا فون آرہا تھا، انہوں نے اس پر خاموشی اختیار کی، پھر قدرے سکوت کے بعد کہا: چاچو جی مفتی عبدالمجید صاحب شہید ہوگئے ہیں! یہ سنتے ہی میرے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی، اور آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا، اناللہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور پوچھا: کب؟ کیسے؟ حنظلہ بھائی نے بتایا: فائرنگ ہوئی ہے، ابھی ساڑھے بارہ بجے وہیں کراچی میں شہید ہوئے ہیں۔ میں ہکا بکا رہ گیا، اول تو کچھ سجھائی نہ دیا، پھر اپنے ساتھ بیٹھے ساتھیوں کو اطلاع دی اور حضرت شہید رحمہ اللہ کے بھتیجوں کو اطلاع دینے کے لئے اُن کی طرف دوڑا۔ اسامہ بھائی تو کلاس میں جاچکے تھے اور اُن کے استاد بھی اسی وقت کلاس میں داخل ہوچکے تھے۔ البتہ نعمان احمد بھائی کا سبق ابھی شروع نہیں ہوا تھا، اُن کو اُن کی کلاس میں جاکر اِس کربناک حادثہ کی خبر دی تو حیرت سے وہ بھی ساکت رہ گئے۔ کچھ دیر بعد معلوم ہوا کہ عصر کے بعد حضرت شہیدؒ کا پہلا جنازہ بنوری

ٹاؤن میں ہوگا اور دوسرا جنازہ کل بروز جمعہ کو صبح دس بجے نارمل سکول خان پور میں ہوگا، بعدازاں دین پور شریف کے قدیمی قبرستان میں تدفین ہوگی۔

خان پور روانگی:

پروگرام کے مطابق دوسرے دن صبح چار بجے مدرسہ سے روانہ ہوا، برادر محترم مولانا دلشاد صاحب مدظلہ (فاضل: جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی) کو راستے سے ساتھ لیا، اور نماز فجر سے چند منٹ قبل ''خان پور'' پہنچ گئے۔ حضرت مفتی شہید رحمہ اللہ کے بھتیجے بھائی نعمان احمد صاحب اور بھائی عمر فاروق صاحب ہمیں لینے اڈے پر موجود تھے۔ ان کے ہمراہ مولانا عبدالکریم صاحب مدظلہم کے گھر ''رازی چوک'' پہنچے، جو حضرت شہید رحمہ اللہ کا آبائی گھر ہے اور وہیں اُن کو لانا تھا۔ پہنچتے ہی وضو کیا، اور نماز فجر کے لئے مسجد میں جا پہنچے۔ اسامہ بھائی نے نماز میں ''یَا أَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلاۃِ إِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصَّابِرِیْنَ وَلاَ تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْیَاءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ '' آیات تلاوت کیں تو دل کی عجیب سی کیفیت ہوگئی۔ حضرت شہیدؒ کی جدائی کے غم کی وجہ سے آنسو بھی آرہے تھے اور ''اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ '' پر عمل کی نیت سے ضبط کی کوشش بھی جاری تھی، پھر حضرات شہداء کے بلند مقام اور علوشان و مرتبہ کی وجہ سے اطمینان بھی تھا اور '' بَلْ أَحْیَاءٌ '' کے حکم قرآنی کی جہ سے دل کو تسکین بھی:

پڑھو اُن کے حق میں جو آیات اُتریں
خدا کی طرف سے ہدایات اُتریں

نماز کے بعد حضرت شہید رحمہ اللہ کے بھائیوں، برادرزادوں اور دیگر اعزہ سے ملاقات ہوئی، پھر کچھ دیر انتظامات وغیرہ میں صرف ہوگئی۔ جس ایمبولینس میں حضرتؒ کے جسد خاکی کو کراچی سے لایا جارہا تھا، اُس سے مسلسل رابطہ تھا۔ ''رازی چوک'' میں سب منتظر کھڑے تھے، احباب کی آمد جاری تھی۔ حضرت شہید رحمہ اللہ کے تلامذہ بہاول پور، لاہور اور اسلام آباد تک سے اپنے محبوب استاذ کی زیارت و نماز جنازہ کے لئے آئے ہوئے تھے۔ تقریباً آٹھ بجکر بیس منٹ (۸:۲۰) پر ایک جانب سے وہ بس آتی دکھائی دی جس میں حضرت شہید رحمہ اللہ کے اہل خانہ اور دیگر اعزہ کراچی سے آئے تھے، اور ساتھ ہی دوسری جانب سے ایمبولینس کا شور بلند ہوا، جسے استقبالی جلوس کی شکل میں پتیاں نچھاور کرتے ہوئے لایا جارہا تھا۔ آگے پیچھے موٹر سائیکلوں اور گاڑیوں کی قطاریں تھیں، ایمبولینس کے ساتھ ساتھ کچھ لوگ دیوانہ وار پیدل دوڑ رہے تھے اور پتیاں نچھاور کررہے تھے:

اے سید والا شاہ! جینا تھا ترا جینا
جینا تو اُنہی کا ہے جو مر کے رہیں زندہ

جسد خاکی کو ایمبولینس سے نکالا گیا تو حضرت شہید رحمہ اللہ کے تلامذہ کا دھاڑیں مار مار کے اور بلک بلک کر رونا دنیا کو بتا رہا تھا کہ جسمانی رشتے اتنے مضبوط نہیں ہوا کرتے اور اُن میں وہ طاقت نہیں ہوتی جو علمی، دینی اور روحانی رشتوں میں ہوتی ہے۔ یہ رشتے بے لوث، بے غرض اور مخلصانہ ہوتے ہیں۔ اور حضرت کے اعزہ واقرباء کی آپ کے ساتھ دیوانہ وار محبت ووارفتگی بھی اس بات کی غمازی کر رہی تھی کہ حضرت شہید رحمہ اللہ کے ساتھ اُن کا تعلق فقط نسبی نہیں، بلکہ علمی ودینی تھا، ورنہ آج کے اس خودغرضی ومفاد پرستی کے دور میں کون اپنے رشتہ داروں کو پوچھتا ہے؟ جنازہ سے قبل خطاب کے دوران جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے مولانا مفتی رفیق احمد بالاکوٹی صاحب فرمانے لگے: آپ حضرات جو حضرت سے نسبی اور خاندانی تعلق رکھتے ہیں، اور حضرت کی جدائی پر مغموم ہیں، اگر کل وہاں کراچی میں حضرت کے تلامذہ اور دینی وروحانی تعلق والوں کے غم والم کا مظاہرہ کر لیتے تو آپ کے لئے تسلی کا سامان ہو جاتا، اُن کا درد آپ کے درد سے کہیں زیادہ اور اُن کا غم آپ کے غم سے کہیں بڑھ کر ہے۔

کراچی سے حضرت شہیدؒ کے ساتھ آنے والوں میں حضرت کے برادران، صاحبزادگان، اعزہ، واقرباء کے علاوہ جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے مولانا مفتی شعیب عالم صاحب، مولانا مفتی رفیق احمد صاحب اور دیگر حضرات تھے۔ حضرت کے جسد خاکی کو گھر کے اندر لے جایا گیا اور مرد حضرات کو مسجد میں بیٹھنے کے لئے کہا گیا۔ علماء وصلحاء اور مشائخ کی آمد جاری تھی، مولانا مفتی محفوظ احمد صاحب (صدر مفتی: جامعۃ الصابر، بہاول پور) حضرت کے بھائیوں اور صاحبزادوں کو تسلی دے رہے تھے۔ کچھ ہی دیر میں سب حضرات مسجد میں بیٹھ گئے۔

تقریباً ساڑھے نو (۹:۳۰) بجے جسد خاکی کو گھر سے باہر لایا گیا، چارپائی کے ساتھ بانس باندھ کر کاندھوں پر رکھا گیا تو ہر کوئی دیوانہ وار لپک کر چارپائی کو کندھا دینے کی کوشش میں نظر آیا، جس کو اس کا موقع نہ مل سکا، اُس نے بانس کو ہاتھ لگانے کو ہی غنیمت خیال کیا۔ کچھ احباب فرطِ محبت میں چارپائی کے نیچے گھس گئے، لیکن اُن کو وہاں نہیں ٹھہرنے دیا گیا۔ جنازہ نارمل اسکول کے گراؤنڈ کی طرف رواں دواں تھا، لوگ پھولوں کی پتیاں نچھاور کرتے ہوئے جا رہے تھے۔ گراؤنڈ میں پہنچے تو علماء، طلباء، صلحاء، مشائخ اور اکابر کا جم غفیر نظر آیا۔ حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی، حضرت مولانا منظور احمد نعمانی (ظاہر پیر)، حضرت مولانا میاں مسعود احمد (دین پور شریف)، حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری (ملتان)، حضرت مولانا مفتی عطاء الرحمٰن (بہاول پور)، حضرت مولانا رشید احمد لدھیانوی (رحیم یار خان)، وفاق المدارس کی قیادت کے نمائندہ کے طور پر حضرت مولانا زبیر احمد صدیقی (شجاع آباد)، حضرت صاحبزادہ ہالیجوی، حضرت مولانا مفتی ظفر اقبال (کہروڑ پکا) اور حضرت مولانا سیف الرحمٰن

درخواستی (راجن پور)، حضرت مولانا عطاء المنعم (رحیم یارخان) سمیت کراچی، سکھر، صادق آباد، رحیم یارخان، ظاہر پیر، بہاول پور، ملتان، لاہور اور اسلام آباد سے آئے ہوئے سینکڑوں علماء کرام اور ہزاروں طلبہ وعوام الناس موجود تھے۔

چارپائی رکھتے ہی لوگ زیارت کے لئے لپکے، اسٹیج سے اعلان کیا گیا کہ تمام حضرات اپنی جگہ پر کھڑے رہیں، صفوں کی ترتیب برقرار رکھیں، زیارت، نمازِ جنازہ کے بعد کرائی جائے گی۔ نظم وضبط اور ترتیب نہ ہونے کی وجہ سے کثیر مجمع کو زیارت کرانا تقریباً ناممکن تھا، لہٰذا چند ہی لمحوں بعد عوام الناس کو چارپائی کے گرد سے ہٹ کر صفوں میں واپس جانے کی تلقین کی گئی۔ اکثر لوگ صفوں میں پہنچ گئے۔

جنازہ سے قبل مولانا مفتی رفیق احمد بالاکوٹی، مولانا رشید احمد لدھیانوی، مولانا زبیر احمد صدیقی سمیت دیگر علماء کرام کے بیانات ہوئے۔ مولانا زبیر احمد صدیقی نے فرمایا: الحمدللہ ہماری قیادت، ہمارے اکابر کی حالات پہ گہری نظر ہے، وہ کبھی بھی مدارس، علماء وطلباء کے تحفظ سے غافل نہیں ہوئے، لیکن ہم نے جرأت وحکمت کے ساتھ دشمن کی کوشش کو ناکام بنانا ہے۔ اپنی قیادت پر اعتماد کریں، اور اُن کے حکم کے مطابق عمل کریں۔ انہوں نے مزید فرمایا کہ: حکومت ہوش کے ناخن لے، ہمیں کسی انتہائی اقدام پر مجبور نہ کرے۔ اگر بلوچستان کے چند لوگوں کے احتجاج اور شدید مطالبہ پر منتخب جمہوری حکومت ختم ہوسکتی ہے تو ملک عزیز پاکستان کے بیس ہزار (۲۰،۰۰۰) مدارس کے تیس لاکھ (۳۰،۰۰۰) طلباء احتجاج کر کے حکومت سے اپنے مطالبات منوا سکتے ہیں یا حکومت کا تخت الٹ سکتے ہیں، اس لئے حکومت علماء وطلباء اور بے گناہ لوگوں کی ٹارگٹ کلنگ سے باز رہے، قاتلوں کو فی الفور گرفتار کر کے قرار واقعی سزا دے، ورنہ حالات کی تمام تر ذمہ داری حکوت پر عائد ہوگی۔ مولانا مفتی رفیق احمد بالاکوٹی نے فرمایا: کہ ہم صبر وتحمل کے ساتھ رہیں، مشتعل نہ ہوں اور دشمن یہ نہ سمجھے کہ ہم خوف زدہ ہو کر دین کا کام چھوڑ دیں گے:

سمجھ کر سوچ کر راہِ وفا میں پاؤں رکھا ہے
یہ مت سمجھو کہ ہم واقف نہ تھے انجام سے پہلے

مزید یہ بھی فرمایا کہ: آپ حضرات نے اپنا جو فرزند ہمارے سپرد کیا تھا، ہمارے اساتذہ نے اسے پڑھایا، سکھایا، اس کی تربیت کی اور ہیرا بنا کر اُسے چمکا دیا، پھر اُس نے اپنے علم سے ایک عالَم کو منور کیا۔ علماء، طلباء، عوام الناس حتی کہ مفتیان کرام کی ایک بڑی تعداد کو فیض یاب کیا، گویا ایک کامیاب ترین زندگی گزاری اور پھر قابلِ رشک موت سے ہمکنار ہوا۔ آج ہم ''دین پور شریف'' کی یہ امانت واپس آپ کے سپرد کرنے آئے ہیں۔ بیانات کے بعد حضرت میاں مسعود احمد صاحب مدظلہم نے حضرت شہید رحمہ اللہ کا دوسرا جنازہ پڑھایا، اور جنازہ کے بعد زیارت کرائی گئی، کچھ دیر بعد جنازہ کندھوں پر اٹھالیا گیا، ابھی اس

گراؤنڈ سے باہر بھی نہ نکلا تھا کہ پھر زیارت کے لئے نیچے رکھ دیا گیا اور لوگوں کو قطار بنا کر زیارت کرائی گئی۔

رُخِ زیبا سے ہوتا ہے ہویدا نُورِ ایمانی
مجاہد مرد کی صورت پیاری دیکھتے جاؤ
مَلَک صورت، فلک رتبہ، سراپا اسوۂ حسنہ
گزاری جس نے حق پر عمر ساری دیکھتے جاؤ

بالآخر چارپائی کے بانس کھول کر اسے گاڑی میں ''دین پور شریف'' لے جایا گیا۔ عقیدت مند وہاں بھی ہمراہ پہنچے۔ دین پور شریف کے قدیمی قبرستان کے ایک جانب وہ احاطہ ہے جس میں حضرت خلیفہ غلام محمد صاحبؒ، حضرت مولانا عبدالہادیؒ، حضرت سندھیؒ اور حضرت درخواستیؒ جیسے اساطین علم ومعرفت آرام فرما ہیں۔ اس احاطے سے باہر عام قبرستان ہے۔ حضرت شہید رحمہ اللہ کے اقارب نے بتایا کہ حضرت کو اس احاطہ کے اندر دفن کرنے کی اجازت تو مل گئی تھی، لیکن جگہ کی کمی کے باعث اس احاطے کی دیوار سے چند گز کے فاصلے پر جہاں حضرت شہید رحمہ اللہ کے دیگر اقارب آرام فرما ہیں، وہاں قبر بنائی گئی۔

جب جسد خاکی کو قبر میں رکھنے کے چارپائی سے اٹھایا گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ چارپائی کی سفید پھول دار چادر تازے خون سے رنگین ہے۔ اور لوگ روئی کے ساتھ وہ خون لگا لگا کر اپنے پاس محفوظ کر رہے ہیں، حالانکہ حضرت کی شہادت کو ۲۳/۲۴ گھنٹے گزر چکے تھے، لیکن زخموں سے تازہ خون ابھی تک رَس رہا تھا:

مشک نہیں اور خوشبو مہکے
عرش پہ پہنچا فرش پہ بہہ کے
آگ نہیں اور شعلہ دہکے
دیکھ کے اس کو عالَم حیراں
خونِ شہیداں خونِ شہیداں

آپؒ کو اپنے اُسی لباس میں، جس میں شہادت کی خلعت ملی، سمیت حوالہ خاک کر دیا گیا:

اِک نیا گھر بسا لیا تُو نے
ہم سے دامن چھڑا لیا تُو نے

حضرتؒ کے صاحبزادے اندر اُترے اور قبلہ رُخ کروٹ دلانے لگے، جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے مفتی شعیب عالم صاحب ہدایات دے رہے تھے اور حضرت کے صاحبزادے کمال صبر وتحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے استاذ محترم کی ہدایات پر عمل کر رہے تھے، کیونکہ حضرت شہید رحمہ اللہ کی تمام زندگی ''اتباع سنت'' سے عبارت تھی، اس لئے ان حضرات کی پوری کوشش تھی کہ کوئی عمل بھی

سنت سے ہٹ کر نہ ہو۔ تمام امورسنت کے مطابق انجام پائیں اور الحمدللہ اس میں کامیاب ہوئے:

خدائے پاک کے امر و نواہی کی اشاعت میں
رہی ہے عمر بھر تک جہد جاری دیکھتے جاؤ

میں بار بار مفتی شعیب اور دیگر رفقائے کاروان بنوری کے روشن، منور اور چمکتے چہروں کو دیکھ رہا تھا، نظر تھی کہ اُن سے ہٹتی نہیں تھی۔ اور مجھ جیسے بےعلم وعمل، گناہ گار، سیاہ کار، سراپا خطا کار اور بزدل ترین شخص کی حالت بھی یہ تھی کہ حضرت شہید رحمہ اللہ کی شہادت سے کسی قسم کا خوف وڈر دامن گیر ہونے کی بجائے الٹا ''شوقِ شہادت'' جوش مار رہا تھا اور دین کی خاطر سینے پر گولیاں کھانے کے لئے دِل بری طرح مچل رہا تھا، اور بار بار دُعا نکل رہی تھی کہ: ''یااللہ! جب بھی موت آئے، اپنے دین کی خاطر مخلصانہ شہادت کی موت نصیب فرما!''۔ تو متقین وصالحین کا عالم کیا ہوگا؟ اور بالخصوص بنوری ٹاؤن کے روحانی ونورانی ماحول میں رہنے والے تو شہادت کے جنون کی حد تک متمنی ہوتے ہیں۔ اسی سے دشمن کو سمجھ لینا چاہئے کہ:

اتنا ہی یہ اُبھرے گا جتنا کہ دبا دو گے

اور......

یہ بازی خون کی بازی ہے یہ بازی تم ہی ہارو گے
ہر گھر سے غازی نکلے گا تم کتنے غازی مارو گے؟

دشمن ذرا اُن افراد کو تو گن لے جو قاتلانہ حملوں، فائرنگ، ٹارگٹ کلنگ اور شہادتوں سے خائف ہوکر جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن چھوڑ کر جاچکے ہیں؟...... ذرا اُن طلباء کو تو شمار کرے جو خوف ودہشت کی وجہ سے جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن میں داخلہ نہیں لیتے، یا داخل تھے اور چھوڑ کر چلے گئے ہیں؟ ارے پاگلو! تم احمقوں کی جنت میں رہتے ہو! کبھی کوئی اپنی محبوب چیز سے بھی بھاگتا ہے؟ یہ تمہاری بھول ہے کہ تمہارے اِن ہتھکنڈوں سے خائف ہوکر اہلِ دین ومحبانِ وطن ''کراچی'' جیسے عالمی شہر کو تم جیسے جاہلوں، درندوں اور دین ووطن کے دشمنوں کے رحم وکرم پر چھوڑ کر وہاں سے چلے آئیں گے، جہاں تم بے دینی، بے راہ رَوی اور درندگی وسفاکی کی حکومت قائم کرلو۔ نہیں! ہرگز نہیں! ٹھیک ہے، ہم پر وہاں مصائب وآلام اور آزمائشوں کی بوچھاڑ ہے، لیکن ع

جس دَور میں جینا مشکل ہو اُس دَور میں جینا لازم ہے

اور......

راہِ وفا میں ہر سُو کانٹے دھوپ زیادہ سائے کم
لیکن اس پر چلنے والے خوش ہی رہے پچھتائے کم